THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

تفسیر احسن البیان کا ثانوی ماخذ (قیاس) سے استدلال کا جائزہ

An Analytical Study of the Use of Secondary Source (Qiyās) in *Tafsir Ahsan al-Bayan*

Hafiz Muhammad Usman Yusuf
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Imperial College of Business Studies, Lahore
Dr. Muhammad Imran Anwar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract:
This research paper examines Qiyās (analogical reasoning) as a secondary source of Islamic jurisprudence, with reference to *Tafseer Ahsan-ul-Bayan*. It explains the definition, elements, and authority of Qiyās, showing its essential role in deriving Shariah rulings when explicit texts are absent.Supported by the Qur’an, Sunnah, Ijma‘, and rational proofs, Qiyās is presented as a valid and necessary method of legal deduction.The study highlights examples from *Ahsan-ul-Bayan* where Qiyās is applied in interpreting verses related to moral and social conduct. It concludes that Qiyās serves as a vital means to preserve the universality, flexibility, and continuity of Islamic law across all ages.
Keywords :Secondary; Source;Qiyās; *Tafsir; Ahsan al-Bayan*

فقہ اسلامی کے بنیادی ماخذ کتاب (قرآن)، سنت ہیں، جس پر تمام صحابہ، تابعین محدثین، ائمہ فقہاء کا اتفاق و اتحاد ہے کہ استباط احکام کا منبع و ماخذ قرآن و سنت ہے۔ قرآن و سنت کے علاوہ دیگر ماخذ اجماع، قیاس، قول صحابہ، شرائع سابقہ، استحسان، استصحاب،، عرف اور سد ذرائع وغیرہ جن کے بارے میں فقہا کے مابین اختلاف ہے، بہر حال یہ فقہ اسلامی کے وہ ماخذ ہیں جن سے انسانی مسائل کا شرعی حل جاننے کے لیے استفادہ کیا جاتا ہے۔

بنیادی سوال

تفسیر احسن البیان میں ثانوی ماخذ (قیاس) سے کس حد تک استدلال کیا گیا ہے؟ قیاس کو کن اصولوں اور شرعی ضوابط کے تحت استعمال کیا گیا ہے؟

کیا قیاس کا استعمال قرآن و سنت کے بنیادی ماخذات کے تابع رہتے ہوئے کیا گیا ہے؟

تفسیر احسن البیان ایک ایسا عظیم علمی مجموعہ ہے جس میں تفسیر بالقرآن، تفسیر بالحدیث کے ساتھ فہم صحابہ و تابعین کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

ذیل میں ”تفسیر احسن البیان میں قیاس سے استدلال کا جائزہ“ پیش کیا جا رہا ہے۔

قیاس

یہ شریعتِ مطہرہ کے دلائلِ شرعیہ میں چوتھا رکنِ رکین ہے، جس پر جمہورِ امت کا اتفاقِ کامل اور اجماعِ ثابت ہے۔ اسی کو مصادرِ تشریعِ اسلامی میں مقامِ بلند و مرتبۂ ارجمند حاصل ہے۔ اس کی عظمت و اہمیت اس وجہ سے بھی دوچند ہے کہ نصوصِ شرعیہ اپنی تعداد میں محدود و متناہی ہیں، مگر واقعاتِ انسانی اور مسائلِ زندگی غیر محدود و لامتناہی۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ متناہی نصوص، غیر متناہی حوادث کا احاطہ براہِ راست نہیں کر سکتیں۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

یہاں وہ دروازہ کھلتا ہے، جہاں قیاس اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے، اور اپنی حجت و برہان سے بتاتا ہے کہ شریعت کے بیان و تبیین کا یہ باب کس قدر ناگزیر اور کس درجہ ضروری ہے۔ یہی ماخذ ہے جس نے تشریع کے عظیم خلا کو پُر کیا، اور شریعتِ محمدی کو دوام و خلود کا وہ جوہر عطا کیا کہ وہ ہر دور میں تازہ و جاوید، ہر زمان و مکان میں ہادی و راہبر بنی رہے۔

مزید بر آں، محکم نصوص، کلی قواعد اور ابدی اصول اس حقیقت پر شاہد و ناطق ہیں کہ قیاس نہ صرف جائز و مشروع ہے، بلکہ دراصل حکمِ الٰہی تک رسائی کا معتبر وسیلہ اور یقینی ذریعہ ہے۔

قیاس کی تعریف:

لغوی تعریف:

1لغوی طور پر قیاس کا معنی ہے :اندازہ و پیمائش۔ عرب اہلِ لغت کہتے ہیں :قستُ الثوبَ بالذراع یعنی میں نے کپڑے کو ہاتھ یا بازو کے پیمانے سے ناپا اور اس کی مقدار معلوم کی۔

2اسی طرح کہا جاتا ہے: "قستُ القُذَّةَ بالقُذَّة" یعنی میں نے ایک تیر کے پرو کو دوسرے تیر کے پرو کے ساتھ برابر کیا اور دونوں میں مساوات قائم کی۔ اس مثال سے قیاس کا مفہوم **تقدیر** اور **مساوات** کے معنی میں مزید واضح ہوتا ہے۔

3اہلِ لغت کے مطابق "القیاس" مادہ قاس، یقیس یا قاس، یقوس سے ہے، اور یہ فعل تعدیہ کے ساتھ کبھی "باء" کے ذریعے آتا ہے اور کبھی "علی" کے ساتھ۔ جیسے کہا جاتا ہے: "قاسه على الشيء" اور "قاسه بالشيء"۔[1]

4علمِ اصولِ فقہ میں اس کے استعمال کی خصوصیت یہ ہے کہ اکثر و بیشتر "علی" کے ساتھ تعدیہ کیا جاتا ہے، یعنی کہا جاتا ہے :قاس المسألة على المسألة۔

اصطلاحی تعریف:

ابن الحاجب نے القیاس کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے: "مساواة فرع لأصل في علة حكمه"[2]

یعنی کسی فرع کو کسی اصل کے ساتھ اس کی علتِ حکم میں برابر قرار دینا۔

قیاس کی تعریف میں امام ابنِ قدامہ مقدسی رقم طراز ہیں:

یعنی اصل اور فرع کے درمیان کسی جامع علت کی بنیاد پر فرع میں بھی اصل حکم ثابت کرنا۔

سادہ لفظوں میں: قیاس یہ ہے کہ ایک نیا مسئلہ (فرع) کو کسی ایسے مسئلہ (اصل) پر رکھا جائے جس کا حکم قرآن، سنت یا اجماع سے ثابت ہو، اور دونوں میں ایک ہی علت پائی جاتی ہو۔

مثال: شراب (اصل) کو قرآن نے حرام قرار دیا، علت ہے اِسکار (نشہ آور ہونا)۔ اب نئی چیز جیسے ہیروئن یا چرس (فرع) میں بھی یہی علت (نشہ آور ہونا) موجود ہے، تو ان پر بھی قیاس کرتے ہوئے حرمت کا حکم لگایا جائے گا۔

قیاس کے ارکان و شرائط:

---

1 المصباح المنیر: 2ص713، 716، القاموس المحیط: 2ص244۔

2 مختصر ابن الحاجب: ص147، وانظر: إرشاد الفحول: ص198، حاشیة العطار علی جمع الجوامع: 2ص240.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

قیاس کے ارکان—جیسا کہ تعریف میں ذکر ہوا—چار ہیں: اصل، فرع، حکم اصل، اور علت۔[3]

1 اصل: وہ معاملہ جس پر شرعی حکم لگایا گیا ہو اور جس کے ساتھ دوسرے معاملے کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ وہ حکم شرعی ہو، منسوخ نہ ہو، اور کسی دوسرے اصل کا فرع نہ ہو۔

2 فرع: وہ نئی پیش آمدہ صورت یا واقعہ جس کے بارے میں ہم شرعی حکم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ: علت کے اعتبار سے اصل کے مساوی ہو، اس کا حکم اصل کے حکم کے برابر ہو، اور اس کا حکم اصل کے حکم سے پہلے ثابت نہ ہوا ہو۔

3 حکمِ اصل: وہ شرعی حکم جو اصل میں ثابت ہے۔ اس کے لیے شرط ہے کہ: وہ نص یا اجماع سے ثابت ہو، قیاس سے ثابت نہ ہوا ہو، اس کی دلیل فرع کے حکم کو براہِ راست شامل نہ کرتی ہو، حکم معقول المعنی ہو تاکہ اس کی علت سمجھی جا سکے اور وہ حکم قیاس کے اصول سے عدول پر مبنی نہ ہو، یعنی ایسا نہ ہو جو عقل میں نہ آئے، جیسے: رکعات کی تعداد، زکاۃ اور کفارات کی مقدار وغیرہ۔ نیز وہ استثنائی صورت بھی نہ ہو جو کسی مقررہ قاعدے سے الگ ہو، جیسے سیدنا خزیمہ بن ثابتؓ کی گواہی کا حکم جو صرف انہی کے ساتھ خاص تھا۔

4 علت: وہ وصفِ جامع جو اصل اور فرع کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور حکم کو ان دونوں کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔ اس کے لیے شرط ہے کہ: ظاہر ہو، منضبط ہو، حکم کی پہچان کرانے والا ہو تاکہ حکم اس کے ساتھ قائم ہو اور اس کے ختم ہونے سے ختم ہو جائے، اور اس میں دوام و عموم پایا جائے۔

اس کے علاوہ علت کے متعلق مزید بہت سی تفصیلات اور شرائط کتبِ اصول فقہ میں مذکور ہیں۔

قیاس کی حجیّت:

جمہور علما کا موقف یہ ہے کہ قیاس کو شرعی حجت اور شریعت کے بنیادی مصادر میں شمار کیا جائے۔ انہوں نے اس کے حق میں قرآن کریم، سنت نبویہ، اجماعِ امت اور دلائلِ عقلیہ سے استدلال کیا ہے۔

قیاس کی حجیّت قرآن کریم کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَٱعۡتَبِرُواْ يَٰٓأُوْلِي ٱلۡأَبۡصَٰرِ ﴾[4]

یہاں اعتبار سے مراد قیاس ہے، اور آیت میں اہلِ بصیرت کو اعتبار (قیاس) کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حکم، وجوب پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا قیاس مجتہد کے لیے واجب قرار پاتا ہے۔ اور جب قیاس اس پر لازم ہوا تو ضروری ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کے نتیجے میں جس حکم تک پہنچے، اس پر کاربند ہو، اور اپنے اعتقاد کے مطابق یہی اللہ تعالیٰ کا حکم جانے۔[5]

امام شوکانی α فرماتے ہیں: اعتبار، عبور سے ماخوذ ہے، اور قیاس دراصل اصل کے حکم سے فرع کے حکم کی طرف عبور (منتقل ہونا) ہے، لہٰذا یہ (آیت میں مذکور) حکم کے تحت داخل ہے۔"[6]

---

3 ابن الحاجب، تاج الدين ابن السبكي، أبو نصر عبد الوهاب بن تقي الدين علي بن عبد الكافي، رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب، عالم الكتب، بيروت–لبنان، 1999ء: ص177۔

الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، دار الكتاب العربي: ص:204۔

4 [الحشر:2]

5 الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، دار الكتاب العربي: ص200، حاشية العطار على جمع الجوامع، ج:2 ص:250۔

6 الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، دار الكتاب العربي: ص200، حاشية العطار على جمع الجوامع، ج:2 ص:250۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

قیاس کی حجیّت سنتِ رسول کی روشنی میں:

1 سنتِ تقریریہ سے دلیل

یہ بات مسلّم ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے سوال فرمایا:

«كَيْفَ تَقْضِي إِنْ عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ»؟ جب تمہارے سامنے کوئی قضیہ پیش ہو گا تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: «بِكِتَابِ اللَّهِ» (میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ»؟ اگر اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو؟ انہوں نے کہا: «فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ» (رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: « فَإِنْ لَمْ تَجِدْ» اگر وہاں بھی نہ پاؤ تو؟ انہوں نے کہا «أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو » (میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا)۔

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: أُقِيسُ الأَمْرَ بِالأَمْرِ، فَمَا كَانَ أَقْرَبَ إِلَى الحَقِّ عَمِلْتُ بِهِ» (میں ایک معاملے کو دوسرے پر قیاس کروں گا، پھر جو حق کے زیادہ قریب ہو گا اس پر عمل کروں گا)۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « الحمد لله الذي وفّق رسولَ رسولِ الله لما يُرضي رسولَ الله » (اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جو رسول اللہ کو راضی کرتی ہے)۔[7]

اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور قیاس کے طریق کو تسلیم فرمایا، لہٰذا قیاس سنتِ تقریریہ سے ثابت ہے۔

2 سنتِ فعلیہ سے دلیل:

رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر بذاتِ خود قیاس فرمایا ہے، اور اس کے ذریعے امت کو تعلیم دی۔ ان واقعات کی تعداد ایک سو سے بھی زائد ہے، جیسا کہ محدثین نے ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائلِ غیر منصوصہ میں قیاس کی بنیاد پر حکم اخذ کرنا سنتِ فعلیہ سے ثابت ہے۔

(الف) بوسہ اور کلی کا قیاس

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: « أَالقُبْلَةُ تُفَطِّرُ الصَّائِمَ؟ » کیا بوسہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «أَرَأَيْتَ لَوْ تَمَضْمَضْتَ أَكَانَ يُفْطِرُكَ؟» تمہارا کیا خیال ہے، اگر تم کلی کرو تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «فَمَهْ» (تو پھر کیا فرق ہے؟)۔

یہاں رسول اللہ ﷺ نے بوسہ لینے کو کلی کرنے پر قیاس فرمایا، اور علتِ مشترکہ یہ قرار دی کہ دونوں ہی افطار کا مقدمہ ہیں، مگر خود افطار نہیں۔[8]

---

7 أبو داود، سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني، السنن، دار الرسالة العالمية، كتاب الأقضية، باب اجتهاد الرأي في القضاء، رقم: (3592) ورواه الترمذي، الجامع، كتاب الأحكام، باب ما جاء في القاضي كيف يقضي، رقم: (1327) وقال: حديث حسن۔ ورواه أحمد في المسند (5/230)۔

امام شوکانی α فرماتے ہیں" : وقد قيل: إنه مما تلقته الأئمة بالقبول" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث ان روایات میں سے ہے جنہیں امت نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔"

إرشاد الفحول، ج2، ص205۔

8 احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة: 1/26،

أبو داود، سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني، السنن، دار الرسالة العالمية السنن، كتاب الصيام، باب القبلة للصائم، رقم: 2385۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

3 (ب)حج کو قرض پر قیاس کرنا

جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اس کی والدہ نے حج کی نذر مانی تھی لیکن حج کیے بغیر وفات پا گئی، تو کیا وہ اپنی ماں کی طرف سے حج ادا کرے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ اقْضُوا اللَّهَ، فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ» (ہاں، تم اپنی ماں کی طرف سے حج کر لو۔ بتاؤ! اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ پس اللہ کا قرض ادا کرو، کیونکہ اللہ سب سے زیادہ وفاء کا مستحق ہے)۔

یہی معاملہ خثعم کی ایک عورت کے ساتھ بھی پیش آیا، اور ایک مرد نے بھی اپنے والد کی طرف سے حج کے بارے میں سوال کیا۔ ان تمام روایات سے یہی اصول ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کو قرض پر قیاس فرمایا۔[9]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:أَنَّ رَجُلًا مِنْ فَزَارَةَ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَا أَلْوَانُهَا؟ قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟ قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا، قَالَ: فَأَنَّى أَتَاهَا ذَلِكَ؟ قَالَ: عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ، قَالَ: وَهَذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص قبیلہ فزارہ سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یارسول اللہ! میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچہ جنا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟“

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: ”وہ کس رنگ کے ہیں؟“

اس نے کہا: سرخ رنگ کے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا ان میں کوئی خاکی مائل (یعنی اَورق) بھی ہے؟“

اس نے کہا: جی ہاں، ان میں کچھ خاکی مائل بھی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کہاں سے آ گیا؟“

اس نے کہا: شاید کسی نسل (یعنی آباء و اجداد) کی طرف نسبت رکھتا ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”پس یہ بچہ بھی کسی سابقہ نسل کی طرف نسبت رکھتا ہو گا۔[10]“

آمدم بر سر مطلب!

ان نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ قیاس سنت سے بطورِ دلیل مشروع ہے؛ کبھی سنتِ تقریریہ سے، کبھی سنتِ فعلیہ سے۔ لہٰذا امت کے لیے قیاس کا اعتبار کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے، تاکہ شریعت کے غیر منصوص مسائل میں حکم معلوم کیا جا سکے۔

---

9 البخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، کتاب الحج، باب الحج عمن لا یستطیع الثبوت علی الراحلۃ، رقم:1852۔
مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، دار الجیل، بیروت، کتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانۃ أو کبر أو نحو ذلک، رقم:1148۔

10 البخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، وأبو داود والنسائي، والأورق: الأسمر، جمع وُرق: الذي لونه لون الرماد، وانظر کتاب أقیسۃ النبي صلی اللہ علیہ وسلم، لابن الحنبلي، طبع دار الکتب الحدیثۃ بالقاهرة، 1393ھ/ 1973 م.

قیاس کی حجیّت اجماع کی روشنی میں:

یہ امر مسلم اور قطعی ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے اپنے دور میں پیش آمدہ مسائل میں محض نصوصِ شرعیہ پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اجتہاد کیا، رائے قائم کی، اور نئے پیش آنے والے مسائل کو ان کے نظائر پر قیاس کیا۔ یہ طرزِ عمل ان سے بارہا صادر ہوا، امت میں شائع و ذائع ہوا، اور کسی نے اس پر نکیر نہ کی؛ پس گویا یہ اجماعی شہادت ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں قیاس معتبر و حجت ہے۔[11] چنانچہ امام ابنِ عقیل حنبلی نے بجا فرمایا: وقد بلغ التواتر المعنوي عن الصحابة باستعماله وهو قطعي[12] "صحابہ کرام سے قیاس کے استعمال پر تواترِ معنوی کے درجہ تک آثار منقول ہیں، اور یہ امر قطعیت کے درجے کو پہنچ چکا ہے۔"

اس کی جلی مثال سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ اجتہاد ہے جس میں انہوں نے کلالہ کے مسئلے میں والد کو ولد پر قیاس فرمایا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر کرتے ہوئے:

يَسۡتَفۡتُونَكَ قُلِ ٱللَّهُ يُفۡتِيكُمۡ فِي ٱلۡكَلَٰلَةِۚ إِنِ ٱمۡرُؤٌاْ هَلَكَ لَيۡسَ لَهُۥ وَلَدٞ وَلَهُۥٓ أُخۡتٞ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَۚ[13]

چنانچہ جب ان سے کلالہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو نہایت خشیت و انکساری کے ساتھ فرمایا:

”میں اس باب میں اپنی رائے پیش کرتا ہوں، اگر درست ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے، اور اگر لغزش ہوئی تو وہ میری کوتاہی اور شیطانی وسوسہ ہے۔" پھر اس کی توضیح فرمائی: "کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کے نہ والد ہوں نہ اولاد۔“

اسی طرح امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر و قاضی، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو مشہور و معروف ہدایت نامہ تحریر فرمایا، اس میں نہایت بلیغ انداز میں اجتہاد و قیاس کی تاکید کرتے ہوئے لکھا: ”اشباہ و نظائر کو پہچانو، اور مسائل کو ان کے مثل پر قیاس کرتے ہوئے رائے قائم کرو۔[14]"

قیاس کی حجیّت پر عقلی دلیل:

واقعات و مسائل کا تسلسل کبھی ختم نہیں ہوتا اور نصوصِ شرعیہ محدود و محصور ہیں؛ اس لیے لازم و ضروری ہے کہ اجتہاد اور قیاس کے ذریعے ہم ان نئی حوادث پر احکامِ شرع نافذ کریں۔ ذیل میں قیاس کی ضرورت کے لیے مضبوط اور مرتب عقلی دلائل دیے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

1. لامتناہی واقعات بمقابلہ محدود نصوص (مقابلاتِ کثرت و ندر):

نصوص ایک محدود مجموعہ ہیں؛ جبکہ زمان و مکان میں نئے مسائل اور کیفیتیں مسلسل پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ہر بار نصّ کی موجودگی کا تقاضا کر لیا جائے تو شریعت عملی زندگی سے کٹ جائے گی — اس خالی پن کو پر کرنے کا مؤثر طریقہ قیاس ہے۔

(مثال: جدید ادویات یا طبی حالات جو قرآنی / حدیثی الفاظ میں موجود نہ ہوں تو علت پر قیاس درکار ہے۔)

---

[11] حسن العطار، حسن بن محمد بن محمود العطار الشافعي، حاشية العطار على شرح الجلال المحلي على جمع الجوامع، دار الكتب العلمية، بيروت: 2ص249،

الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد، المستصفى، دار الكتب العلمية، بيروت: 2ص242۔

السرخسي، شمس الأئمة، أبو بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل، أصول السرخسي، تمهيد الفصول في الأصول، لجنة إحياء المعارف النعمانية. بحيدر آباد بالهند: 2ص118.

[12] الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، دار الكتاب العربي: ص203.

[13] [النساء: 176]

[14] ابن القيم، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب الجوزية، أعلام الموقعين عن رب العالمين، دار عطاءات العلم، الرياض: 1ص90، 140.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3 No.4 2025
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

2. قاعدۂ علّیت (علّۃ) کا عقلی ضابطہ:

شرعی حکم جب کسی وصفِ معین سے جوڑا جاتا ہے تو وہ وصف ہی اس حکم کی علت ہے۔ اگر دو امور یکسانِ علت ہوں تو حکم کی عمومیت تقاضا کرتی ہے کہ دوسرے پر بھی وہی حکم نافذ کیا جائے۔ یہ منطقِ استنتاجی (deductive) کا بنیادی اصول ہے: اگر A→H اور A↔B (سبب مشترک) تو B→H۔

3. اجتناب از التفارق وحفظِ اتساق شریعت:

قواعد شریعہ میں ہم آہنگی اور تضاد سے بچنا لازم ہے۔ قیاس کے بغیر ایک ہی حکمی روح مختلف معاملات میں مختلف اطلاقات کا باعث بن سکتی ہے، جو شریعت کی استقلال و نظم کے خلاف ہو گا۔ قیاس شریعت کو یکساں معیارات پر چلانے کا ذریعہ ہے۔

4. پرہیز از فراغِ قانونی: (Prevention of legal vacuum)

عقل یہ تقاضا کرتی ہے کہ حکومت اور عدل کا تسلسل برقرار رہے؛ عدلیہ اور قاضی کو ہر نئے واقعے میں فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ قیاس نہ ہو تو قاضی کو یا تو نص کا انتظار کرنا پڑے گا یا غیر منطقی اجتہاد کرے گا—قیاس قانونی خلا کو بھر کر انتظام اور انصاف کو ممکن بناتا ہے۔

5. مقاصدِ شریعت کی تعمیل:

شرع کے مقاصد—حفظِ دین، نفس، نسل، عقل، مال—زمان و مکان کی تغیرات سے متاثر نہیں ہوتے۔ جب کوئی نئی صورت انہی مقاصد کے تحت آتی ہے تو قیاس کے ذریعے ان مقاصد کو نئے حالات پر نافذ کرنا ضروری و معقول ہے۔

6. عیبِ تعمیمِ ظاہری سے بچاؤ: (Avoiding superficial literalism)

صرف لفظی ایک-ایک نص پر گامزن رہ کر حقیقتِ شرعیہ ضائع ہو سکتی ہے۔ عقل یہ کہتی ہے کہ شریعت کا حکم معنی وسبب کے اعتبار سے سمجھا جائے—قیاس اسی فہم کو عملی صورت میں لاتا ہے، یعنی حکم کو علت کے ساتھ منسلک رکھتا ہے نہ کہ محض لفظ سے۔

7. عملی تجربہ اور تاریخی سنّت۔ عقلِ استقرائی کی توثیق:

صحابہ و تابعین اور اہلِ اجتہاد نے قیاس سے مسائل کا حل کیا؛ اس تاریخی استمرار سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیاس نہ صرف نظری طور پر عقل کے مطابق ہے بلکہ عملی ضرورت بھی ثابت کرتی ہے۔ عقل اس سلسلے کو بطور دلیل قبول کرتی ہے: جو عمل بار بار کامیاب رہا وہ معقولیت کی دلیل ہے۔

8. اجتناب از استبدادِ فیصل (قابو بر اعتباط):

اگر قیاس موجود نہ ہو تو فیصلے زیادہ تر ذاتی رائے یا استبداد کی طرف مائل ہوں گے۔ قیاس قواعدِ فکری و اصولی مہیا کرتا ہے جو فیصلے کو معقول، قابلِ دلیل اور معروضی بناتے ہیں—یہی انصاف کی ضرورت ہے۔

9. منطقی حکمتِ بیان: قیاس بطور برہانِ قیاسی: (Analogical proof)

قیاس منطقی طور پر وہی کام کرتا ہے جو سائنسی استدلال میں نظریہ کی تعمیم کرتا ہے—ایک مخصوص قاعدہ سے عام قاعدہ اخذ کرنا اور پھر نئے مورد پر اس کا اطلاق۔ یہ عقلِ منظم کا لازمی اوزار ہے جب قواعدِ بنیادی ہوں مگر مخصوص صورتیں نئی ہوں۔

10. مصلحتِ عمومی اور حفاظتی قاعدے / Maslaha) سدّسبیل:

عقل اور شرع دونوں مصلحتِ عمومی کو ترجیح دیتی ہیں؛ قیاس کے ذریعے احکام کو اس ترتیب میں ڈھالا جاتا ہے کہ مفسدہ کم از کم اور منافعِ عام زیادہ سے زیادہ ہو۔ اس سے نظامِ سماجی و اخلاقی برقرار رہتا ہے۔

قیاس کا حکم:

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

جہاں تک قیاس کے حکم کا تعلق ہے تو یہ یقین (قطعیت) نہیں بلکہ گمانِ غالب (ظن) پر مبنی ہے؛ اس لیے کہ یہ مجتہد کی بھرپور کاوش اور اجتہاد کا نتیجہ ہے، اور مجتہد کبھی صواب تک پہنچتا ہے اور کبھی خطا بھی کر سکتا ہے۔ تاہم، قیاس سے ثابت ہونے والا حکم ایک شرعی و دینی حکم ہی ہوتا ہے، کیونکہ قرآنِ کریم کی مذکورہ آیت نے اس کا التزام کیا ہے۔ لہٰذا یہ احکامِ شرعیہ تک پہنچنے کا ایک معتبر وسیلہ اور مصادرِ تشریع میں سے ایک اصل ہے، جس پر عمل لازم ہے۔[15]

اسی لیے قیاس کو مرتبہ میں چوتھے درجے پر رکھا گیا ہے: سب سے پہلے قرآنِ حکیم، پھر سنتِ نبویہ، اس کے بعد اجماعِ امت، اور پھر قیاس۔

امام شافعی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حکم سب سے پہلے کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ پر ہے، وہ سنت جس پر امت متفق ہو، کہ اس میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ پس ہم کہتے ہیں: یہ ہمارا فیصلہ ظاہر و باطن دونوں کے لیے ہے۔ پھر وہ سنت جسے افراد نے روایت کیا ہو اور جس پر اتفاق نہ پایا جاتا ہو، تو ہم اس کے مطابق ظاہری طور پر فیصلہ کرتے ہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ راوی سے خطا ہو گئی ہو۔ پھر ہم اجماع کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور اس کے بعد قیاس سے حکم اخذ کرتے ہیں، اور یہ سب سے کمزور درجہ رکھتا ہے، مگر یہ ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر لازم ہے۔[16]"

تفسیر احسن البیان میں قیاس سے استدلال کا جائزہ:

تفسیر احسن البیان چوں کہ انتہائی مختصر کتاب ہے اس لیے اس میں قیاس سے استدلال کی زیادہ مثالیں موجود نہیں ہیں تاہم چند ایک مثالیں حافظ صاحب نے ذکر کی ہیں جن کا تفصیل حسب ذیل ہے:

1 ((وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ))[17]

مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ صاحب رقم طراز ہیں:

عورتیں بھی اگرچہ غض بصر اور حفظ فروج کے پہلے حکم میں داخل تھیں، جو تمام مومنین کو دیا گیا ہے اور مومنین میں مومن عورتیں بھی بالعموم شامل ہی ہوتی ہیں لیکن ان مسائل کی اہمیت کے پیش نظر عورتوں کو بھی بطور خاص دوبارہ وہی حکم دیا جارہا ہے جس سے مقصود تاکید ہے بعض علمانے اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس طرح مردوں کے لیے عورتوں کو دیکھنا ممنوع ہے اسی طرح عورتوں کے لیے مردوں کو دیکھنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور بعض نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے جس میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا حبشیوں کا کھیل دیکھنے کا ذکر ہے۔[18] **بغیر شہوت کے مردوں کی طرف دیکھنے کی عورتوں کو اجازت دی ہے۔**

لہٰذا یہاں علماء کا استدلال: مردوں کا عورتوں کو دیکھنے پر عورتوں کا مردوں کو دیکھنا بطور قیاس ہے۔

---

15 حسن العطار، حسن بن محمد بن محمود العطار الشافعي، حاشية العطار على شرح الجلال المحلي على جمع الجوامع ، دار الكتب العلمية، بيروت: 2ص379، اللمع: 56.

16 الشافعي، محمد بن إدريس، الرسالة، مصطفى البابي الحلبي، مصر: ص599.

17 [النور: 31]

18 البخاري، محمد بن اسمعيل، الجامع الصحيح، دار طوق النجاة، كتاب الصلاة، باب أصحاب الحراب في المسجد، حديث: ۲۵۴۳۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3 No.4 2025
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

حافظ صاحب نے اپنی تفسیر میں قیاس کو واضح فرمایا۔

2 ((وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ))[19]

زینت سے مراد وہ لباس ہے اور زیور ہے جو عورتیں اپنے حسن و جمال میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیے پہنتی ہیں، جس کی تاکید انہیں اپنے خاوندوں کے لیے کی گئی ہے۔ جب لباس اور زیور کا اظہار غیر مردوں کے سامنے عورت کے لیے ممنوع ہے جسم کو عریاں اور نمایاں کرنے کی اجازت اسلام میں کب ہو سکتی ہے؟ یہ تو بطریق اولیٰ حرام اور ممنوع ہو گا۔[20]

یہاں بھی آیت کریمہ کی تفسیر میں "قیاس" کے اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

خلاصہ

یہ تحقیق تفسیر احسن البیان میں ثانوی ماخذ شریعت یعنی قیاس سے استدلال کے طریقہ کار کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ مفسر نے بنیادی طور پر قرآن اور سنت کو اصل ماخذ بنایا ہے اور جہاں نصِ صریح موجود نہیں وہاں قیاس سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ قیاس کا استعمال اصولِ فقہ کے مقررہ ضوابط کے تحت کیا گیا ہے اور اس میں ذاتی رائے یا غیر مستند تاویلات سے حتی الامکان اجتناب کیا گیا ہے۔ تفسیر احسن البیان میں قیاس کو ایک معاون ذریعہ کے طور پر اپنایا گیا ہے نہ کہ بنیادی ماخذ کے طور پر۔ یہ مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ تفسیر احسن البیان میں قیاس کا استعمال دینی فہم کو وسعت دینے اور جدید مسائل کے حل میں رہنمائی فراہم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ قرآن و سنت کی بالادستی کو برقرار رکھا گیا ہے۔

سفارشات

1. مستقبل کی تحقیقات میں تفسیر احسن البیان کا تقابلی مطالعہ دیگر تفاسیر کے ساتھ کیا جائے تاکہ قیاس کے استعمال میں مماثلت اور اختلاف کو واضح کیا جا سکے۔
2. قیاس سے متعلق اصولِ فقہ کی روشنی میں مزید گہرے تجزیاتی مطالعے کی ضرورت ہے۔
3. جدید فقہی مسائل کے حل میں تفسیر احسن البیان کے استدلالی اسلوب سے استفادہ کیا جائے۔
4. طلبۂ علوم دینیہ کے لیے قیاس کے عملی اطلاق کو سمجھنے کے لیے اس تفسیر کو نصابی مطالعے میں شامل کیا جائے۔
5. ایسی مزید تحقیقات کی جائیں جو ثانوی ماخذات (اجماع، قیاس، استحسان وغیرہ) کے استعمال کو تفاسیر میں منظم انداز سے واضح کریں۔

---

19 [النور:31]

20 [صلاح الدین یوسف، احسن البیان، دارالسلام، لاہور، ص:577، سورہ النور:31]